

قرآن مجید کا اسلوب

اجمال کے بعد تفصیل

ضیاء الدین اصلاحی

ایجاز بلاغت کی جان ہے۔ لیکن کلام کا اقتضائے حال کے مطابق ہونا اس کی بڑی خوبی ہے۔ اس لئے کبھی کبھی ایجاز کے بجائے تفصیل کو اختیار کرنا مناسب اور بہتر ہوتا ہے۔ قرآن مجید جب عربوں سے خطاب کرتا ہے تو کلام میں اشارہ، کنایہ، حذف اور اختصار کا استعمال زیادہ ہوتا ہے لیکن جب اس کا روئے سخن بنی اسرائیل کی جانب ہوتا ہے تو وہ شرح و بسط سے کام لیتا ہے۔

قرآن مجید کے ایجاز، جامعیت اور اعجازِ زبان کا خاص نمونہ ابتدائی دور کی کئی سورتیں ہیں جو چھوٹی اور مختصر ہونے کے باوجود اپنے دامن میں قرآن کی بنیادی دعوت اور جہات دین کو سمیٹے ہوئے ہیں گو یاد کیا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے، اسی لئے ان سورتوں کو جوامع الکلم کہا جاتا ہے، سورہ اخلاص کے متعلق سلف کا قول ہے کہ یہ ثلث قرآن ہے، سورہ فاتحہ کو پورے قرآن مجید کا خلاصہ اور نچوڑ کہا گیا ہے، اور سورہ والعصر کے متعلق امام شافعیؒ سے منقول ہے ”اگر لوگ تنہا اسی سورہ پر غور کریں تو یہ ان کے لئے کفایت کرے گی“

ابتداء میں کسی تعلیم و دعوت کو پیش کرنے کا سب سے مناسب اور حکیمانہ طریقہ یہی ہے کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کر کے صرف اصول اور جہات کی طرف بلا یا جائے اسی لئے ابتدائی کئی سورتوں کے اندر دین کے بنیادی عقائد اور اصل تعلیمات ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہیں تاکہ کلیات و مبادی کو ذہنوں میں مستحکم و مستحضر کر دیا جائے، اگر شروع ہی میں تفصیل سے کام لیا جاتا تو لوگ ان کی وسعتوں اور تفصیلات میں الجھ کر رہ جاتے۔ علاوہ ازیں عرب ایجاز سے زیادہ مانوس

دعوت دینا ہی بہتر اور مفید تھا۔

بعد میں جب لوگ محکمات و کلیات سے آشنا ہو گئے اور یہود سے سابقہ پیش آیا تو مدنی سورتوں میں تفصیل و اطناب اور استقصا سے کام لیا گیا اور لوگوں کو جزئیات و تفصیلات سے بھی واقف کرایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و خطبات میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں کہ پہلے آپ نے مختصر موثر اور بیخ جملوں میں لوگوں کے سامنے حقائق و کلیات پیش کئے پھر احکام و شرائط کی تفصیل بیان فرمائی۔

جس طرح ایجاز سے مکمل کی حکمت اور کلیات و حقائق سے واقفیت ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح تفصیل سے اس کی وسعت علم، وقت نظر اور جزئیات سے باخبری کا پتہ چلتا ہے۔

قرآن مجید میں جابجا تفصیل و ایجاز کا اسلوب ملتا ہے اور اس کا ایک عام قاعدہ و اسلوب یہ ہے کہ وہ پہلے ایک مضمون کو اجمالاً بیان کرتا ہے پھر اس کو شرح و بسط اور تفصیل سے پیش کرتا ہے، اس نے اپنی اس خصوصیت التفصیل بعد الاجمال کا ذکر صراحتاً اس آیت میں کیا ہے۔
 كِتَابٌ اَخْلَصَتْ اٰيَاتُهُ ثُمَّ قُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ
 یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں پہلے حکم کی گئیں ہیں پھر خدائے حکیم و خیر کی جانب سے ان کی تفصیل کی گئی۔ (ہود: ۱)

یہ سورہ ہود کی پہلی آیت ہے جو اپنے سے پیشتر کی سورہ یونس کا مثنیٰ ہے، ان دونوں سورتوں کے مرکزی مضمون میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے، البتہ اجمال و تفصیل اور بحث و استدلال کے اعتباراً دونوں کا نہج الگ الگ ہے۔ سورہ یونس میں جو باتیں اجمالاً بیان ہوئی تھیں مثلاً گزشتہ قوموں کی سرگزشتیں۔ وہ اس سورہ میں تفصیل سے بیان ہوئی ہیں۔ مذکورہ بالا آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

دونوں سورتوں کو بغور پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں فرق صرف اجمال و تفصیل کا ہے۔ پہلی سورہ میں جو پہلو جو مل رہ گئے تھے وہ اس میں وضاحت سے لائے گئے ہیں، احکام کے معنی کسی چیز کو ابھی طرح کانٹھ دینے اور مضبوط کرنے کے ہیں اگر کپڑے کو خوب کانٹھ دیا جائے اور وہ گت ہو جائے تو یہ لفظ کانٹھ دینا صحیح ہے۔ اس لفظ کے استعمال

سے مقصود اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات پہلے گٹھے ہوئے مختصر اور جامع جملوں کی شکل میں نازل ہوئیں پھر بالترتیب وہ واضح اور مفصل ہوتی گئیں گویا مدنی دور میں دین کی بنیادی باتوں نے ایک جامع اور ہمہ گیر نظام زندگی کی شکل اختیار کر لی۔ سورہ ہود کی پہلی ہی آیت میں بطور تہیہ قرآن مجید کی یہی خصوصیت بیان ہوئی ہے کہ لوگوں کی تعلیم و ہدایت کے مقصد کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس شکل میں اتارا ہے کہ پہلے صرف بنیادی اور اصولی باتیں گٹھے ہوئے الفاظ اور جملوں میں اختصار کے ساتھ پیش کی گئی ہیں پھر بتدریج انھوں نے تفصیل کا قالب اختیار کیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ تورات کے معاملے میں ترتیب و تدریج اور احکام و تفصیل کا یہ اہتمام نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کا بڑا حصہ بیک دفعہ نازل ہوا ہے، آیت کے آخر میں خدا کی یہ دو صفتیں بیان کی گئی ہیں وہ قابل غور ہیں، ان کا منشا یہ ہے کہ خدائے حکیم ہی کو اس کا پتہ ہے کہ وہ حکمت کے خزانوں کو کس طرح مختصر لفظوں میں بند کر دے اور پھر اس کا خیر فزات کی یہ نشان ہے کہ وہ ان کو کھول کر دکھائے کہ ایک کوزے میں کتنے سمندر اور دریا ہیں۔

قرآن مجید کے اس اسلوب التفصیل بعد الاجمال کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم اس سے بعض مثالیں پیش کرتے ہیں: سورہ بقرہ کی ایک آیت ہے:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ
يَخْرِجُوهُمْ مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

اللہ ان لوگوں کا کارساز ہے جو ایمان لائے، وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے کارساز ظلمات ہیں، وہ ان کو روشنی سے تاریکیوں میں کر دیتے ہیں، یہی لوگ دوزخی ہیں، یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (بقرہ: ۲۵۷)

اس آیت میں جو بات مجمل کہی گئی ہے، اس کے بعد کی تین آیتوں میں تشیل کے اسلوب میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں تین اشخاص کے کردار زیر بحث آئے ہیں اور یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ مومنین کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں کر دیتا ہے اور کافروں کو ان کے اولیاء و روشنی سے محروم کر کے تاریکیوں میں ڈکھاتا ہے۔

پہلے ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جو اقدار و حکومت کے نشتر میں سرشار ہے، حضرت ابراہیمؑ اسے روشنی میں لانا چاہتے ہیں، لیکن وہ بحث و مناظرہ پر کمر بستہ ہو جاتا ہے اور طاغوت کے ہتھے لگ جاتا ہے، گو حضرت ابراہیمؑ دلائل و براہین سے اسے بہوت اور الجواب کر دیتے ہیں مگر وہ معارفت اور کٹ جتنی کی وجہ سے اپنی بدستی سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

دوسرا شخص نیک نیتی کے ساتھ یقین و بصیرت کا طالب ہوتا ہے اس لئے وہ سرکشی اور عناد سے بحث و جدال کا طریقہ اختیار نہیں کرتا، البتہ جب اس کے دل میں خلش و اضطراب کی ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دور کر کے یقین و معرفت کی روشنی بخش دیتا ہے۔ تیسرے شخص حضرت ابراہیمؑ تھے جو نہ پہلے شخص کی طرح انکار اور گھمنڈ میں بدست تھے اور نہ دوسرے شخص کی طرح شک و اضطراب میں مبتلا تھے بلکہ وہ شرح صدر اور مزید المینان کے آرزو مند تھے جسے اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔

۲۔ قرآن مجید کے اس اسلوب کو ملحوظ رکھنے کی وجہ سے بعض مفسرین مجمل آیتوں کو ان کے مابعد کی مفصل آیتوں سے منسوخ قرار دے دیتے ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ کی احکام سے متعلق مجمل آیات کو عموماً مفصل آیات سے منسوخ مانا جاتا ہے۔ مثلاً پہلی آیت صوم کے متعلق ابو جعفر غاس نے اپنی کتاب النسخ و المنسوخ میں علما کے پانچ اقوال نقل کئے ہیں جن کا تجزیہ کرنے سے حسب ذیل تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ اَلَا تَعْلَمُوْنَ کے روزوں کی ناسخ ہے، ایک اور قول کے بموجب پہلے ہر ماہ میں تین دنوں کے روزے فرض تھے جو اس آیت سے منسوخ ہو گئے۔

۲۔ یہ آیت منسوخ ہے اس لئے کہ گذشتہ شریعتوں میں روزہ کا طریقہ یہ تھا کہ غروب آفتاب کے بعد بھی لوگ کھانے پینے اور جماع سے باز رہتے تھے، یہی طریقہ ابتدا میں مسلمانوں کے یہاں بھی رائج تھا جو بعد میں اَحِلَّ لَكُمْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ اَلَا تَعْلَمُوْنَ اِلَى دِيْنَاكُمْ الخ (۸۷) سے منسوخ ہو گیا۔

۳۔ یہ آیت نہ ناسخ ہے اور نہ منسوخ اور اس میں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے۔

اگر التفصیل بعد الاجمال کے اسلوب کو پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہاں

سب سے ناسخ و منسوخ کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ جدال و براہین میں طومر کے متعلق جو باتیں اجمالاً بیان

کی گئی تھیں انہی کو شہرِ مَصَانِ الَّذِي اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ الِکَہر کہ تفصیل بیان کیا گیا ہے چنانچہ پہلی دونوں آیتوں میں اجمال کی وجہ سے جو شکوک شبہات پیدا ہو رہے تھے ان کی تفصیل بیان کر کے تیسری اور اس کے بعد کی بعض آیتوں میں رفع کیا گیا ہے۔

سورہ مجادہ میں پہلے یہ حکم بیان کیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِ مَوَائِبِينَ يَدُ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ (مجادلہ: ۱۲)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ طریقہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تَقْدِ مَوَائِبِينَ يَدُ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ (مجادلہ: ۱۳)

کیا تم اپنے نجوی سے پہلے صدقہ کرنے سے ڈر گئے۔

یہاں بھی نسخ کی بحث چھیڑ دی جاتی ہے حالانکہ پہلے اجمالاً ایک حکم بیان کیا گیا ہے کہ منافقین محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کے لئے بار بار آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے سرگوشی کرتے تھے۔ اس لئے انھیں نجوی سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا مگر جب اس سختی کی وجہ سے سیدھے سادے عام مسلمانوں کو زحمت پیش آنے لگی تو اس اجمال کی تفصیل بیان کر کے صدقہ کے حکم میں تخفیف کر دی گئی اور شدت کو سہولت میں بدل دیا گیا۔ بعینہ یہی صورت سورہ انفال میں بھی مذکور ہے۔ پہلے کہا گیا کہ مسلمان اپنے سے دس گنا زیادہ دشمنوں پر فتح پائیں گے۔ مگر جب اس اجمال کی تفصیل بیان کی گئی تو فرمایا کہ مسلمان اپنے سے دو گنا مخالفین پر فتح حاصل کریں گے۔ دراصل ان آیتوں میں ناسخ و منسوخ کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ التفصیل بعد الاجمال کا اسلوب مد نظر رکھا گیا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ سابق حکم میں تخفیف و سہولت کی بات کہی گئی ہے۔ اسی لئے فرمایا: اَلَا نَحْفَظَ اللّٰهَ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنْ فِيْكُمْ ضَعْفًا

کا ذکر بھی مفید ہوگا۔

۱۔ اجمال کے بعد تفصیل کا اسلوب لانے کا ایک مقصد بیان میں تنوع ہے۔ کیونکہ ایک ہی طرز و اسلوب کی وجہ سے مخاطب قاری کو جو آزدگی اور بدلی پیدا ہو سکتی ہے وہ اسلوب کے تنوع کی وجہ سے ختم ہو جائے گی۔

۲۔ اس اسلوب سے آدمی میں غور و فکر اور تلاش و تحقیق کا داعیہ پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ محکم و مجمل آیتوں میں جو دقیق اور اہم باتیں یا حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں عدم تفصیل کی وجہ سے آدمی پہلے خود ان میں اچھی طرح غور و فکر کرے گا اور گہرائیوں میں ڈوب کر اصل حقیقت کا پتہ لگائے گا اور جب اس کی تفصیل بیان کر دی جائے گی تو معمولی استعداد والے اور کم فہم لوگ بھی ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں گے جو اجمال کی صورت میں پہلے ان کو نہیں سمجھ سکے تھے۔

۳۔ افہام و تفہیم کے نقطہ نظر سے بھی یہ اسلوب موثر اور دلکش ہے کیونکہ انظار و ابلاغ کا یہ ایک عام اور معروف طریقہ ہے کہ آدمی پہلے اپنی باتوں کو بطور تہیہ اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے پھر بتدریج ان کی وضاحت و تفصیل بیان کرتا ہے اور آخر میں سب کالبد لباب اور خلاصہ بیان کرتا ہے، ایک عمدہ خطیب کی یہی شان ہوتی ہے، قرآن مجید کی حیثیت بھی ایک آسمانی خطیب کی ہے جو پہلے اجمالاً اپنے مطالب ذہن نشین کرتا ہے پھر ان کی تفصیلات و جزئیات کو واضح کرتا ہے اور آخر میں عود علی البدل کے اصول و اسلوب کے مطابق اپنے مطالب کا پختہ پیش کرتا ہے تاکہ اس کا مفہوم و مدعا بغیر کسی اچھے پیچ کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

۴۔ کسی بات کو پہلے اجمالاً بیان کرنے کا یہ مقصد اور فائدہ اور بھی ہوتا ہے کہ آدمی کا ذہن اس کے لئے ہموار اور اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے پھر اس کے مزید اطمینان اور شرح صدر کے لئے اس کی تفصیل و توضیح کی جاتی ہے۔

۵۔ شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ تعلیم و تربیت، ہدایت و تذکرہ اور دعوت و تبلیغ کے نقطہ نظر سے بھی یہ نہایت مفید اور بابرکت طریقہ ہے کہ پہلے اصولی اور بنیادی باتیں گٹھے ہوئے الفاظ اور جامع و موثر جملوں میں بیان کی جائیں پھر ان کی تفصیل پیش کی جائے۔

اسی لئے قرآن مجید بھی تدریجاً نازل ہوا ہے جیسا کہ فرمایا:

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ عَلَى
مَكْنُوتٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا
اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا نازل کیا تاکہ
اسے لوگوں کے سامنے ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے

(بنی اسرائیل: ۱۰۶) اسے یک بارگی نہیں نازل کیا۔

اس تدریج کی غرض وحکمت یہ ہے کہ لوگوں میں احکام الہی کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہو اور وہ ان کے تحمل کے لئے اپنے کو اچھی طرح مضبوط بنائیں اور مسلمانوں کے کمزور افراد کی مکمل تربیت ہو جائے اسی لئے صحابہ کرامؓ احکام الہی کو سیکھنے سکھانے میں تدریج کا خیال رکھتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم میں سے جب کوئی شخص دس آیتیں سیکھ لیتا تو جب تک ان کے علم و عمل میں پختہ نہ ہو لیتا آگے نہ بڑھتا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لوگوں کو صرف پختہ کرنے کے روز نصیحت کرتے تھے تاکہ ان کو اکتا ہٹ اور گھبراہٹ نہ ہو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر پورا قرآن مجید ایک ہی مرتبہ میں نازل کر دیا گیا ہوتا تو اس کے احکام کی تعمیل میں دشواری ہوتی اس کے نزول میں جو تدریج پائی جاتی ہے ٹھیک وہی تدریج احکام و شرائط کا مکلف بنانے میں بھی ملحوظ رکھی گئی ہے کیونکہ یک بارگی کسی حکم کو عائد کرنے سے اس کا تحمل دشوار ہو جاتا ہے، تدریج کا یہی طریقہ قرآن مجید کی دعوت و پیغام کو پیش کرنے میں بھی اختیار کرنا چاہیے کہ پہلے اصول و کلیات کی طرف لوگوں کو اجالا راغب کیا جائے پھر ان کی جزئیات و تفصیلات سے آگاہ کرایا جائے۔

مولانا فراہمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کتابیں اب بچہ بچہ دستیاب ہے

رسائل الامام الفراءھی رحمہ اللہ فی علوم القرآن

مولانا فراہمی کی تین معرکتہ الآراء تصانیف

صفحات: ۲۸۰ قیمت: ۵۵ روپے

(۱) دلائل النظام (۲) التکلیل فی اصول التاویل (۳) اسالیب القرآن کا مجموعہ

ادارہ علوم القرآن پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲
لینے کے پتے:

ادارہ محمدیہ، رشتہ اصلاح، نانائی پور، اعظم گڑھ (پونہ)